وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ

پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں (القرآن)

سیرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا

تالیف

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ



مکتبہ اسلامیہ

وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ

پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں (القرآن)

سیرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا

تالیف

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ

مکتبہ اسلامیہ

نام کتاب .... سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا

تالیف .... علامہ سید سلیمان ندوی

اشاعت .... اپریل 2005ء

ناشر .... محمد سرور عاصم

قیمت ....

ناشر

مکتبہ اسلامیہ

لاہور | بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار فون: 042-7244973

فیصل آباد | بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فون: 041-2631204

میں پردہ نہیں، لیکن ان کا کمال احتیاط دیکھیے کہ وہ اپنے حجرہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دفن ہونے کے بعد بے پردہ نہیں جاتی تھیں۔

مناقب

صحیح مسلم کتاب الفضائل میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

اَنَا تَارِکٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ.... وَ اَهْلُ بَيْتِيْ.

''میں تمہارے درمیان دو عظیم الشان چیزیں چھوڑ جاتا ہوں، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اہل بیت۔''

مقصد یہ ہے کہ کتاب الٰہی گو اپنی سہولتِ بیان کے لحاظ سے ہر عملی مثال سے بے نیاز ہے، تاہم دنیا میں ہمیشہ ایسے اشخاص کی ضرورت رہے گی، جو اس کے اسرار و رموز کو حل کر سکیں اور ان کی علمی و عملی تعبیر بتا سکیں۔ آپ کے بعد ان اشخاص کو آپ کے اہل بیت میں تلاش کرنا چاہیے۔ اہل بیت سے جو مقصود ہے، خدائے پاک سورۂ احزاب کی آیتوں میں جن کو ہم اوپر لکھ آئے ہیں، بتا چکا ہے۔

اس قدر شناسی کے لحاظ سے جو آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بابت فرماتے تھے۔ اس صحبت و تعلیم کی بنا پر جو ان کو میسر آئی تھی اور اس فطری جوہر اور صلاحیت کے لحاظ سے جو قدرت کاملہ نے ان کو عطا کی تھی اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خاص مرتبہ حاصل تھا، اس بناء پر کتاب اللہ کا ترجمان، سنت رسول کا معبر اور احکام اسلامی کا معلم، ان سے بہتر کون ہو سکتا تھا؟ اور لوگ پیغمبر کو صرف جلوت میں دیکھتے تھے، اور یہ خلوت و جلوت دونوں میں دیکھتی تھیں۔ اسی بنا پر وحی کی زبان ﴿ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴾ [۵۳/النجم: ۳] نے فیصلہ کیا:

فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ. ❶

''عائشہ رضی اللہ عنہا کو عام عورتوں پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کے کھانے کو عام کھانوں پر۔''

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رویائے صادقہ نے ان کو حرم نبوی میں ہونے کی خوشخبری سنائی۔ ❷

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر کے سوا کسی دوسری ام المومنین کے بستر پر وحی نازل نہیں ہوئی ❸،

---

❶ صحیح بخاری و ترمذی وغیرہ، مناقب عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ❷ حوالۂ مذکورہ۔

❸ صحیح بخاری: مناقب عائشہ رضی اللہ عنہا۔

جبریل امین نے ان کے آستانہ پر اپنا سلام بھیجا، ❶ دوبار ناموسِ اکبر کو ان مادی آنکھوں سے دیکھا ❷، عالم ملکوت کی صدائے بے جہت نے ان کی عفت وعصمت پر شہادت دی، نبوت کے الہام صادق نے ان کو آخرت میں پیغمبر کی چہیتی بیویوں میں ہونے کی بشارت سنائی۔ ❸

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ میں فخر نہیں کرتی، بلکہ بطور واقعہ کے کہتی ہوں کہ خدا نے مجھ کو نو باتیں ایسی عطا کی ہیں جو دنیا میں میرے سوا کسی اور کو نہیں ملیں، خواب میں فرشتے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میری صورت پیش کی۔ جب میں سات برس کی تھی تو آپ نے مجھ سے نکاح کیا، جب میرا سن نو برس کا ہوا تو رخصتی ہوئی۔ میرے سوا کوئی اور کنواری بیوی آپ کی خدمت میں نہ تھی۔ آپ جب میرے بستر پر ہوتے، تب بھی وحی آتی تھی۔ میں آپ کی محبوب ترین بیوی تھی۔ میری شان میں قرآن کی آیتیں اتریں۔ میں نے جبریل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ نے میری ہی گود میں سر رکھے ہوئے وفات پائی۔ ❹

فضل وکمال

علمی حیثیت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ صرف عام عورتوں پر، نہ صرف امہات المومنین رضی اللہ عنہن پر، نہ صرف خاص خاص صحابیوں پر، بلکہ چند بزرگوں کو چھوڑ کر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پر فوقیت عام حاصل تھی۔ صحیح ترمذی میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مَا اَشْكَلَ عَلَيْنَا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم حَدِيْثٌ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ اِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا. ❺

"ہم صحابیوں کو کوئی ایسی مشکل بات کبھی نہیں پیش آئی کہ جس کو ہم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے متعلق کچھ معلومات ہم کو نہ ملی ہوں۔"

عطا بن ابی الرباح تابعی رحمۃ اللہ علیہ جن کو متعدد صحابہ کے تلمذ کا شرف حاصل تھا، کہتے ہیں:

كَانَتْ عَائِشَةُ اَفْقَهَ النَّاسِ وَاَعْلَمَ النَّاسِ وَ اَحْسَنَ رَأْيًا فِي الْعَامَّةِ ❻

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ صاحب علم اور عوام میں سب سے زیادہ اچھی رائے والی تھیں۔"

---

❶ صحیح بخاری: مناقب عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ❷، ❸ ایضاً۔ ❹ مستدرک للحاکم والطبقات لابن سعد۔
❺ جامع ترمذی: مناقب عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ❻ مستدرک حاکم۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ جو تابعین کے پیشوا تھے، جنہوں نے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کے آغوش میں تربیت پائی تھی، کہتے ہیں:

كَانَتْ عَائِشَةُ اَعْلَمَ النَّاسِ يَسْئَلُهَا الْاَكَابِرُ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ❶

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں، بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے پوچھا کرتے تھے۔''

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ابوسلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہ وہ بھی جلیل القدر تابعی تھے، کہتے ہیں:

مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَعْلَمَ بِسُنَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ لَا اَفْقَهَ فِيْ رَاْيٍ اِنْ اُحْتِيْجَ اِلٰى رَاْيِهٖ وَ لَا اَعْلَمَ بِاٰيَةٍ فِيْمَا نَزَلَتْ وَلَا فَرِيْضَةٍ مِنْ عَائِشَةَ ❷

''میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا جاننے والا اور رائے میں اگر اس کی ضرورت پڑے، ان سے زیادہ فقیہ اور آیتوں کے شان نزول اور فرائض کے مسئلہ کا واقف کار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔''

ایک دن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک درباری سے پوچھا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے، اس نے کہا ''امیر المؤمنین آپ ہیں۔'' انہوں نے کہا نہیں، میں قسم دیتا ہوں سچ سچ بتاؤ اس نے کہا ''اگر یہ ہے تو عائشہ رضی اللہ عنہا۔'' ❸

حواریِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لختِ جگر عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

مَارَاَيْتُ اَحَدًا اَعْلَمَ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، وَالْعِلْمِ وَالشِّعْرِ وَالطِّبِّ مِنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ. ❹

''میں نے حلال وحرام وعلم وشاعری اور طب میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔''

ایک اور روایت میں یہ الفاظ اس طرح ہیں:

مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَعْلَمَ بِالْقُرْآنِ وَلَا بِفَرِيْضَةٍ وَلَا بِحَلَالٍ وَلَا بِفِقْهٍ وَ لَا بِشِعْرٍ

---

❶ طبقات ابن سعد: جزء ثانی قسم ثانی ص ۲۶۔ ❷ مسند مذکور۔
❸ مستدرک حاکم۔ ❹ ایضاً۔

وَ لَا بِطِبٍّ وَلَا بِحَدِيثِ الْعَرَبِ وَلَا نَسَبٍ مِنْ عَائِشَةَ [1]

''قرآن، فرائض، حلال، فقہ، شاعری، طب، عرب کی تاریخ نسب کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر عالم کسی کو نہیں دیکھا۔''

ایک شخص نے مسروق تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے جو تمام تر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تربیت یافتہ تھے، دریافت کیا کہ کیا، ام المومنین فرائض کا فن جانتی تھیں؟ جواب دیا:

إِيْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ رَأَيْتُ مَشِيخَةَ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَسْئَلُونَهَا عَنِ الْفَرَائِضِ. [2]

''اللہ کی قسم! میں نے بڑے بڑے صحابہ کو ان سے فرائض کے مسئلے دریافت کرتے دیکھا ہے۔''

حفظِ حدیث اور سنن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت کا فرض گو دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی ادا کرتی تھیں تاہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رتبہ کو ان میں سے کوئی بھی نہیں پہنچیں، محمود بن لبید کا بیان ہے۔

كَانَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يَحْفَظْنَ مِنْ حَدِيثِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم كَثِيرًا وَلَا مِثْلًا لِعَائِشَةَ وَ أُمِّ سَلْمَةَ. [3]

''ازواج مطہرات بہت سی حدیثیں زبانی یاد رکھتی تھیں، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے برابر نہیں۔''

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت ہے:

لَوْ جُمِعَ عِلْمُ النَّاسِ كُلِّهِمْ وَ عِلْمُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَكَانَتْ عَائِشَةُ أَوْسَعَهُمْ عِلْمًا. [4]

''اگر تمام مردوں کا اور امہات المومنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جاتا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم ان میں سب سے وسیع ہوتا۔''

بعض محدثین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] زرقانی جلد ۳ ص ۲۲۷ بحوالہ حاکم و طبرانی بہ سند صحیح۔ [2] مستدرک حاکم و ابن سعد: جزء ثانی، ص ۱۲۶۔

[3] طبقات ابن سعد: قسم دوم جز ثانی ص ۱۲۶۔ [4] مستدرک حاکم۔

خُذُوْا شَطْرَ دِيْنِكُمْ عَنْ حُمَيْرَاءَ.

''اپنے مذہب کا ایک حصہ اس گوری عورت سے سیکھو۔''

اس حدیث کو ابن اثیر ''نہایہ'' میں اور فردوس اپنی مسند میں (بتغیر الفاظ) لائے ہیں، لیکن لفظاً اس کی سند ثابت نہیں اور اس کا شمار موضوعات میں ❶ ہے، تاہم معناً اس کے صحیح ہونے میں کس کو شک ہے۔

علم واجتہاد

یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کا وہ باب ہے، جہاں وہ نہ صرف عورتوں میں بلکہ مردوں میں بھی علانیہ ممتاز نظر آتی ہیں، کتاب وسنت اور فقہ واحکام میں ان کا مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ حضرت عمر فاروق، علی مرتضی، حضرت عبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ بے تکلف ان کا نام لیا جا سکتا ہے۔ اہمیت کے لحاظ سے ہم کتاب اللہ سے اس باب کا آغاز کرتے ہیں۔

قرآن مجید

سب کو معلوم ہے کہ قرآن مجید تیس سال کے اندر نازل ہوا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبوت یا نزول قرآن کے چودھویں سال ۹ برس کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آئیں۔ اس لئے ان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کا زمانہ تقریباً دس سال ہے، اس سے ظاہر ہوگا کہ نزول قرآن کا نصف سے زیادہ حصہ ان کے ابتدائے ہوش سے پہلے کا واقعہ ہے، لیکن اس غیر معمولی دل ودماغ کی ہستی نے اس زمانہ کو بھی جو عموماً طفلانہ بے خبری اور لہو ولعب کا عہد ہے، رائیگاں نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ بلا ناغہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لاتے تھے، ❷ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں ایک مسجد بنائی تھی، اس میں بیٹھ کر نہایت رقت اور خشوع کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے، ❸ ناممکن ہے کہ ان موقعوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فوق الفطرۃ حافظہ نے فائدہ نہ اٹھایا ہو، فرماتی تھیں کہ جب یہ آیت اتری تھی:

﴿ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ ﴾ [۵۴/القمر:۴۶]

''بلکہ قیامت کا روز ان کے وعدہ کا دن ہے، وہ گھڑی نہایت سخت اور نہایت تلخ

❶ موضوعات شوکانی ص ۱۳۵، خاتمہ مجمع البحار، ص ۵۱۲، مقاصد حسنہ ص ۹۴ وغیرہ۔

❷ صحیح بخاری: باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ❸ صحیح بخاری: باب ہجرۃ

ہوگی۔''

تو میں کھیل رہی تھی۔ ❶

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تیرہ چودہ برس کے سن تک (۵ ھ تک) قرآن زیادہ یاد نہ تھا۔ خود اس کا اقرار کرتی ہیں:

وَاَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ لَا اَقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ كَثِيرًا. ❷

''میں اس وقت کم سن تھی زیادہ قرآن پڑھی ہوئی نہیں تھی۔''

لیکن اس عالم میں بھی وہ قرآن ہی کا حوالہ دیتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک قرآن تحریراً کتاب میں مدون نہ تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں ان کو کاغذ پر مرتب کرایا، اسی اثناء میں اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے اپنے طور پر روزانہ تلاوت کے لئے قرآن ترتیب دے لیا تھا۔ ان میں صرف سورتوں کے تقدم و تاخر کا اختلاف تھا۔

ابو یونس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک غلام تھے، ❸ کتابت کے فن سے واقف تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے ہاتھ سے اپنے لئے قرآن لکھوایا تھا، ❹ اختلاف قرأت کا اثر عجم کے میل جول سے عراق میں سب سے زیادہ تھا۔ عراق کے ایک صاحب ان سے ملنے آئے تو درخواست کی کہ ام المومنین! مجھے اپنا قرآن دکھائیے۔ ❺ وجہ دریافت کی تو کہا ہمارے ہاں قرآن اب تک بے ترتیب پڑھتے ہیں، چاہتا ہوں کہ اپنے قرآن کی ترتیب آپ ہی کے قرآن کے مطابق کر دوں۔ فرمایا سورتوں کے آگے پیچھے ہونے میں کوئی نقصان نہیں، پھر اپنا قرآن نکال کر ہر سورۃ کی سر آیات پڑھ کر لکھوا دیں۔ ❻

عادت یہ تھی کہ جس آیت کریمہ کا مطلب سمجھ میں نہ آتا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتیں، چنانچہ صحیح حدیثوں میں متعدد آیتوں کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا سوال ❼ مذکور ہے، امہات المومنین کو خدا کی طرف سے حکم تھا:

﴿ وَ اذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ ﴾

[۳۳/الاحزاب: ۳۴]

---

❶ صحیح بخاری: تفسیر سورۂ قمر۔ ❷ بخاری: واقعہ افک۔ ❸ مسند احمد: جلد ۶ ص ۷۳۔
❹ صحیح بخاری: تفسیر صلوٰۃ الوسطیٰ و مسند جلد ۶ ص ۷۳۔ ❺ صحیح بخاری: باب جمع القرآن۔
❻ بخاری: باب تالیف قرآن۔ ❼ دیکھو باب تربیت و تعلیم۔

''تمہارے گھروں میں خدا کی جو آیتیں اور حکمت کی جو باتیں پڑھ کر سنائی جا رہی ہیں، ان کو یاد کیا کرو۔''

اس حکم کی تعمیل بھی ضروری تھی، آنحضرت ﷺ تہجد کی نماز میں قرآن مجید کی بڑی بڑی سورتیں نہایت غور و فکر اور خشوع و خضوع سے تلاوت فرماتے۔ حضرت عائشہ ان نمازوں میں آپ کے پیچھے ہوتیں، ❶ قرآن کا نزول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی اور بیوی کے بستر پر نہیں ہوا۔ ❷ قرآن اترتا تو پہلی آواز انہی کے کانوں میں پڑتی۔ فرماتی ہیں کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء جب اتریں تو میں آپ کے پاس تھی ❸ غرض یہ اسباب و مواقع ایسے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قرآن مجید کی ایک ایک آیت کی طرزِ قرأت، محمل معنوی، موقع استدلال اور طریقہ استنباط پر عبور کامل حاصل ہو گیا تھا۔ وہ ہر مسئلہ کے جواب کے لئے پہلے عموماً قرآن پاک کی طرف رجوع کرتی تھیں۔ عقائد و فقہ و احکام کے علاوہ آنحضرت ﷺ کے اخلاق و سوانح کو بھی جو اُن کے سامنے کی چیزیں تھیں اور جن کا تعلق تاریخ و خبر سے ہے، وہ قرآن پاک ہی کے حوالہ سے کرتی تھیں۔ ایک دفعہ چند صاحب زیارت کو آئے، عرض کیا کہ ام المومنین! حضور انور ﷺ کے کچھ اخلاق بیان فرمائیں؟ بولیں: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے! آپ کا اخلاق سرتاپا قرآن تھا، پھر دریافت کیا کہ آپ کی عبادتِ شبانہ کا کیا طریقہ تھا۔ فرمایا: کیا سورت مزمل میں نہیں پڑھا۔ ❹

عقائد اور فقہ و احکام کے استنباط و استدلال میں وہ جس طرح قرآن مجید کی آیتوں سے اُستناد کرتی ہیں، وہ مختلف عنوانوں کے تحت میں آگے آتا ہے، جس سے ظاہر ہوگا کہ مغزِ سخن تک ان کی نگاہ کیونکر پہنچ جاتی تھی۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن مجید کی تفسیریں بطریق صحیح بہت کم مروی ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صحیح میں تفسیر کا بہت بڑا حصہ داخل کیا، لیکن زیادہ تر ان میں تابعین کی روایتوں سے لغات کا حل ہے، یا اپنی عادت کے مطابق، مختلف واقعات کو کسی آیت کی ذرا سی مناسبت کی وجہ سے تفسیر میں نقل کرتے ہیں، ورنہ اصل تفسیر کا حصہ بہت کم ہے، ترمذی میں بھی حقیقی تفسیر کا حصہ کم ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے البتہ نہایت احتیاط سے خالص تفسیر کا حصہ صحیح کے آخر میں یک جا کر دیا ہے

❶ مسند احمد: جلد ۶ ص ۹۲۔ ❷ صحیح بخاری: باب تالیف قرآن۔ ❸ ایضاً۔
❹ ابوداؤد قیام اللیل و مسند احمد ج ۶ ص ۸۴۔

لیکن وہ بہت مختصر ہے، تاہم جو کچھ ہے وہ زیادہ تر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرویات ہیں۔ بہر حال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تفسیری روایتیں کم نہیں ہیں۔ لیکن ہم انہی آیتوں کی تفسیروں پر اکتفا کرتے ہیں، جن میں کوئی خاص نکتہ ہے۔

① اعمالِ حج میں سے ایک کوہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا بھی ہے، قرآن مجید میں اس کے متعلق حسب ذیل الفاظ ہیں:

﴿ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ﴾ [۲/البقرہ:۱۵۸]

''صفا اور مروہ کی پہاڑیاں، شعائر الٰہی میں سے ہیں، پس جو خانہ کعبہ کا حج یا عمرہ کرے کچھ مضائقہ نہیں اگر ان کا بھی وہ طواف کرے۔''

عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا خالہ جان! اس کے تو یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی طواف نہ کرے تو بھی کچھ حرج نہیں، فرمایا: بھانجے! تم نے ٹھیک نہیں کہا، اگر آیت کا مطلب وہ ہوتا جو تم سمجھے ہو تو خدا یوں فرماتا۔ لَا جُنَاحَ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا ، اگر ان کا طواف نہ کرو تو کچھ حرج نہیں، اصل میں یہ آیت انصار کی شان میں نازل ہوئی ہے، اوس وخزرج اسلام سے پہلے منات کی جے پکارا کرتے تھے۔ منات مشلل میں نصب تھا، اس لیے صفا اور مروہ کا طواف برا جانتے تھے، اسلام لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم لوگ پہلے ایسا کرتے تھے۔ اب کیا حکم ہے؟ اس پر خدا نے ارشاد فرمایا کہ صفا اور مروہ کا طواف کرو، اس میں کوئی مضائقہ کی بات نہیں۔ اس کے بعد انہوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا و مروہ کا طواف فرمایا ہے اب کسی کو اس کے ترک کرنے کا حق نہیں۔

ابو بکر بن عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ ایک محدث تھے، ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ تقریر معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا ''علم اس کو کہتے ہیں۔'' [1] اور یہ واقعہ ہے کہ چند فقروں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اصولِ تفسیر کی ایک بہت بڑی گرہ کھول دی۔ ہر تفسیر میں ہمیشہ اس اصول کو مدنظر رکھنا چاہئے کہ عرب کے محاورات کے مطابق الفاظ سے جو معنی متبادر ہوتے ہیں، انہی کو قرآن کا مقصود سمجھنا چاہئے۔ ورنہ جیسا کہ ام المومنین فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ اس کو دوسری عبارت میں اس طرح ادا فرما سکتا تھا کہ دوسرے غیر متبادر اور مخفی معنی متبادر اور واضح ہو جاتے۔

② قرآن مجید کی ایک آیت ہے جو سورۂ یوسف علیہ السلام میں ہے:

---

[1] صحیح بخاری: باب وجوب الصفاء والمروۃ۔

﴿حَتّٰۤی اِذَا اسْتَیْـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا﴾ [۱۲/ یوسف:۱۱۰]

''یہاں تک کہ جب پیغمبر ناامید ہو گئے اور ان کو خیال ہوا کہ وہ جھوٹ بولے گئے، تو ہماری مدد آ گئی۔''

عروہ نے پوچھا کُذِبُوْا (جھوٹ بولے گئے، یعنی ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا) یا کُذِّبُوْا (وہ جھٹلائے گئے) فرمایا کُذِّبُوْا (جھٹلائے گئے) عروہ نے کہا اس کا تو ان کو یقین تھا کہ وہ جھٹلائے گئے اوران کی قوم نے ان کی نبوت کی تکذیب کی، یہ ظن اور خیال تو نہ تھا، اس لئے کُذِبُوْا (ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا) صحیح ہے۔ ❶ بولیں معاذ اللہ! پیغمبران الٰہی خدا کی نسبت یہ گمان نہیں کر سکتے کہ اس نے ان سے امداد و نصرت کا جھوٹا، وعدہ کیا۔ عروہ نے پوچھا پھر آیت کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا یہ پیغمبروں کے پیرووں سے متعلق ہے کہ جب انہوں نے ایمان قبول کیا اور نبوت کی تصدیق کی اور ان کی قوم نے ان کو ستایا، اور مدد الٰہی میں ان کو تاخیر معلوم ہوئی، یہاں تک کہ پیغمبر اپنی قوم کے منکرین کے ایمان سے ناامید ہو گئے، خیال ہوا کہ شاید اس تاخیر کے سبب مومنین بھی ہماری تکذیب نہ کر دیں کہ دفعۃً نصرت الٰہی جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ ❷

③ جس آیت پاک میں چار بیویوں تک کی اجازت دی گئی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ [۴/ النساء:۳]

''اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیموں کے بارہ میں انصاف نہ کر سکو گے تو عورتوں میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کر لو۔ (اگر عدل نہ ہو تو ایک)''

بظاہر آیت کے پہلے اور پچھلے ٹکڑوں میں باہم ربط نہیں معلوم ہوتا۔ یتیموں کے حقوق میں عدم انصاف اور نکاح کی اجازت میں باہم کیا مناسبت ہے؟ ایک شاگرد نے ان کے سامنے اس اشکال کو پیش کیا، فرمایا ''آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بعض لوگ یتیم لڑکیوں کے ولی بن جاتے ہیں، ان سے موروثی رشتہ داری ہوتی ہے۔ وہ اپنی ولایت کے زور سے چاہتے ہیں کہ اس سے نکاح کر کے اس کی جائیداد پر قبضہ کر لیں اور چونکہ اس کی طرف سے کوئی بولنے والا نہیں ہے۔ اس لئے مجبور پا کر اس کو

❶ عام قرأت یہی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بھی یہی روایت ہے دیکھو، صحیح بخاری باب ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ ❷ صحیح بخاری: تفسیر سورۂ یوسف۔

ہر طرح دباتے ہیں، خدائے پاک اُن مردوں کو خطاب کرتا ہے کہ تم ان یتیم لڑکیوں کے معاملہ میں انصاف سے نہ پیش آسکو تو ان کے علاوہ اور عورتوں سے دو تین چار نکاح کرلو، مگر ان کو یتیم لڑکیوں کو اپنے نکاح میں لے کر اپنے بس میں نہ لے آؤ۔ ❶

④ اسی سورۃ میں ایک اور آیت ہے:

﴿ یَسْتَفْتُوْنَکَ فِی النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْکُمْ فِیْهِنَّ وَ مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ فِی الْکِتٰبِ فِیْ یَتٰمَی النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا کُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْکِحُوْهُنَّ ﴾ [۴/النساء:۱۲۷]

''ان لڑکیوں کی نسبت لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں، کہہ دے کہ خدا ان کے حق میں فیصلہ کرتا ہے۔ اس کتاب (قران) میں جو کچھ تم لوگوں کو پڑھ کر سنایا گیا ہے ان یتیم لڑکیوں کی نسبت جن کو تم ان کے مقررہ حقوق دیتے ہو اور نہ خود ان سے نکاح کرنا چاہتے ہو۔''

اسی پہلے سائل نے اس کے بعد اس آیت کا مطلب دریافت کیا۔ فرمایا کہ اس آیت میں یہ جو ارشاد ہوا ہے کہ قرآن میں پہلے جو کچھ ان کے بارے میں پڑھ کر سنایا گیا ہے، اس سے مقصود وہی پہلی آیت ہے، یہ حکم ان اولیا سے متعلق ہے جو یتیم لڑکیوں کو نہ خود اپنے نکاح میں لیتے ہیں کہ وہ حسن و جمال سے محروم ہیں اور نہ دوسروں سے ان کا نکاح کر دینا پسند کرتے ہیں کہ جائداد کے ہاتھ سے نکل جانے کا خوف ہے۔ ❷

⑤ اس آیت کے مطلب میں لوگوں کو اختلاف ہے:

﴿ وَ مَنْ کَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ وَ مَنْ کَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْکُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ [۴/النساء:۶]

''اور جو تونگر ہو اس کو اس سے بچنا چاہئے اور جو تنگدست ہو، وہ قاعدہ کے مطابق اس سے لے۔''

فرمایا یہ آیت یتیموں کے اولیا کی شان میں ہے کہ یتیموں کے مال میں سے اگر محتاج ہوں تو لیکر کھا سکتے ہیں، حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ اجازت حسب ذیل آیت سے منسوخ ہے: ❸

---

❶ صحیح مسلم: کتاب التفسیر و صحیح بخاری: کتاب النکاح۔ ❷ صحیح مسلم: کتاب التفسیر و صحیح بخاری: کتاب النکاح۔
❸ نووی شرح مسلم: کتاب التفسیر۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا﴾ [۴/النساء:۱۰]

''جولوگ ظلم کر کے یتیموں کا مال کھاتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔''

لیکن اس آیت میں تو یہ سزا ان لوگوں کے لئے بیان کی گئی ہے جو ظلم کر کے یتیموں کا مال کھاتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس آیت میں کھانے کی اجازت ہے، وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو یتیموں کی جائداد کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور انکا کاروبار سنبھالتے ہیں، اگر یہ ولی کھاتا پیتا ہے تو اس کو اس کی خدمت کا کوئی معاوضہ نہ لینا چاہئے، اگر وہ مفلس وتنگدست ہے تو قاعدہ کے مطابق حسب حیثیت لے سکتا ہے۔ ❶ اس تفسیر کی بنا پر دونوں آیتوں میں کوئی تخالف نہیں ہے۔

⑥ عورت کو اگر اپنے شوہر سے شکایت ہو تو اس موقع کی آیت ہے:

﴿وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَ الصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ﴾ [۴/النساء:۱۲۸]

''اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے ناراضامندی اور اعراض کا خوف ہو تو اس میں مضائقہ نہیں کہ دونوں آپس میں صلح کر لیں اور صلح تو ہر حال میں بہتر ہے۔''

ناراضی دور کرنے کے لئے صلح کر لینا تو بالکل ایک کھلی ہوئی بات ہے، اس کے لئے خدائے پاک کو ایک خاص حکم کے نزول کی کیا حاجت تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ آیت اس عورت کی شان میں ہے، جس کا شوہر اس کے پاس زیادہ آتا جاتا نہیں یا بیوی سن سے اتر گئی ہے اور شوہر کی خدمت گزاری کے قابل نہیں رہی ہے، اس خاص حالت میں اگر بیوی طلاق لینا پسند نہ کرے اور بیوی رہ کر شوہر کو اپنے حق سے سبکدوش کر دے تو یہ باہمی مصالحت بُری نہیں، بلکہ قطعی علیحدگی سے یہ صلح بہتر ہے۔

⑦ قرآن مجید میں جہاں کہیں کسی ہیبت ناک منظر یا خوف کا ذکر ہے، مفسرین کا عام طرز یہ ہے کہ اس کو قیامت سے متعلق سمجھتے ہیں لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونکہ ہر آیت کے محمل کو جانتے تھے، اس لیے صحیح طریقے سے اس کی تعین کر سکتے تھے، ایک آیت میں ہے کہ جس دن آسمان دھواں لائے گا ﴿يَوْمَ

---

❶ صحیح مسلم: کتاب التفسیر و صحیح بخاری، تفسیر سورۂ نساء۔

تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ ﴾[۴۴/الدخان:۱۰] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہجرت سے پہلے مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے جو قحط پڑا تھا اس کے متعلق یہ آیت ہے۔ ❶

اسی طرح قرآن میں ایک موقع پر ہے:

﴿ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ ﴾ [۳۳/الاحزاب:۱۰]

''جب وہ تمہارے سامنے سے آئے اور تمہارے پیچھے سے آئے اور جب نگاہیں ماندہ ہوگئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ غزوہ خندق کا واقعہ ہے۔ ❷ یعنی یہ غزوہ خندق کے موقع پر مسلمانوں کے اضطراب اور ابتلاء و امتحان کی تصویر ہے۔

⑧ قرآن مجید میں نماز کے متعلق حکم ہے:

﴿ حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی ﴾ [۲/البقرہ:۲۳۸]

''نمازوں کی پابندی کرو خصوصاً بیچ کی نماز کی۔''

''بیچ کی نماز'' سے کیا مراد ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس باب میں اختلاف ہے۔ مسند احمد میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس سے ظہر کی نماز مراد ہے۔ ❸ بعض صحابہ کہتے ہیں کہ اس سے صبح کی نماز مقصود ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بیچ کی نماز سے عصر کی نماز مقصود ہے۔ اپنی اس تفسیر کی صحت پر ان کو اس قدر اعتماد تھا کہ اپنے مصحف کے حاشیہ پر انہوں نے اس کو لکھوا دیا تھا۔ ❹ اس تفسیر کی صحت حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہم کی روایتوں سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ ❺ بیچ کی نماز سے دن کی نمازوں کا بیچ مقصود ہے اور وہ عصر ہے، کیونکہ ظہر اور مغرب کے بیچ میں ہے۔

⑨ سورۂ بقرہ کے آخر میں ہے:

﴿ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ﴾ [۲/البقرہ:۲۸۴]

''جو تمہارے دل میں ہے اس کو ظاہر کرو یا چھپاؤ۔ خدا اس کا حساب لے گا۔ پھر جس

---

❶ صحیح مسلم: کتاب التفسیر و صحیح بخاری: کتاب التفسیر۔ ❷ صحیح مسلم: کتاب التفسیر۔ ❸ مسند احمد: جلد ۵ ص ۲۰۶۔

❹ صحیح بخاری: تفسیر آیت مذکور۔ ❺ جامع ترمذی: آیت مذکور۔

کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا سزا دے گا۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دل تک میں جو خیالات اور اندیشے آتے ہیں، خدا اُن کا بھی حساب لے گا، پھر اگر چاہے گا تو بخش دے گا اور اگر چاہے گا تو ان پر سزا دے گا۔ لیکن دل میں بے ارادہ جو وسوسے اور خیالات آتے ہیں، اگر خدا ان پر بھی دارو گیر کرے تو انسان کے لئے جینا مشکل ہو جائے۔

حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ یہ آیت اپنے بعد کی اس آیت سے منسوخ ہے: 1

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ﴾ 2

"خدا کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دیتا، وہ جو کچھ کرے گا اس کا نفع یا نقصان اس کو ملے گے۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بھی یہی رائے ہے۔ 3

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے اس اوپر کی آیت کا مطلب پوچھا تو اسی کے ساتھ اس کی ہم معنی ایک آیت اور پیش کی:

﴿ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ﴾ [۴/النساء:۱۲۳]

"جو کوئی برائی کرے گا اس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔"

سائل کا مطلب یہ تھا کہ اگر یہ سچ ہے تو مغفرت اور رحمت الٰہی کی شان کہاں ہے اور نجات کی کیونکر امید ہے؟ فرمایا: میں نے جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر پوچھی ہے، تم ہی پہلے شخص ہو جس نے اس کو مجھ سے دریافت کیا، خدا کا فرمان سچ ہے لیکن پروردگار اپنے بندے کے چھوٹے چھوٹے گناہ، ذرا ذرا سی مصیبت اور ابتلا کے معاوضہ میں بخش دیتا ہے۔ مومن جب بیمار ہوتا ہے۔ اس پر کوئی مصیبت آتی ہے۔ یہاں تک جیب میں کوئی چیز رکھ کر بھول جاتا ہے اور اس کی تلاش میں اس کو پریشانی لاحق ہوتی ہے (یعنی ان ابتلا آت میں اس کی مغفرت و رحمت کا دروازہ کھل جاتا ہے) پھر یہ حال ہوتا ہے کہ جس طرح سونا آگ سے خالص ہو کر نکلتا ہے اسی طرح مومن دنیا سے پاک وصاف ہو کر نکلتا ہے۔ 4

ان آیات کی تفسیروں کے علاوہ اور آیات کی تفسیریں بھی ان سے مروی ہیں لیکن ہم صرف اس لئے ان کو قلم انداز کرتے ہیں کہ وہ عام طور سے معلوم اور مفسرین میں معروف ہیں۔ اور ان کو اپنے

---

1 جامع ترمذی: تفسیر آیت مذکور 2 [۲/البقرۃ:۲۸۶]
3 صحیح بخاری: تفسیر آیت مذکور۔ 4 جامع ترمذی: تفسیر آیت مذکور

دوسرے معاصروں سے ان کی تفسیر میں کوئی اختلاف نہیں۔قرآن مجید کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے معلومات کی وسعت کا اندازہ حدیث وفقہ اور کلام کے عنوانوں سے بھی ہوگا۔

قرآن مجید کو موجودہ متواتر، حروف وکلمات وآیات کے علاوہ کوئی دوسرا زائد حرف یا کلمہ یا آیت بطریق غیر متواتر کسی صحابی سے مروی ہوتو اس کو ''قرأت شاذہ'' کہتے ہیں۔اس قسم کی دو ایک قرأتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہیں، ایک تو اس آیت میں:

وَ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (والصلوة العصر)

''نمازوں کی پابندی کرو خصوصاً بیچ کی نماز کی (اور عصر کی نماز)۔''

ابو یونس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام کہتے ہیں کہ مجھ کو انہوں نے ایک قرآن لکھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب اس آیت پر پہنچو تو مجھے اطلاع دینا۔جب میں اس آیت پر پہنچا تو انہوں نے آیت بالا کو اس طرح لکھوایا اور کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے، (1) اصل قرآن میں وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ کا لفظ نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس سے ''وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ'' کی زیادتی قرآن میں مقصود نہ تھی بلکہ ﴿الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ کی تفسیر مقصود تھی اس میں راوی کی غلط فہمی کو دخل ہے۔

رضاعت کے متعلق ان سے مروی ہے کہ پہلے یہ آیت اتری تھی کہ دس گھونٹ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے، پھر پانچ گھونٹ کا حکم ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک یہ آیت قرآن میں موجود تھی۔ (2) لیکن قرآن مجید میں بالاتفاق اس قسم کی کوئی آیت نہ تھی۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اس حدیث کی نسبت اگر صحیح ہے تو شاید ان کو وہم ہوا ہوگا، اور یا انہوں نے یہ کہا ہو کہ پہلے ایسا حکم تھا، یہ اضافہ کہ قرآن میں یہ حکم تھا، راوی کی غلط فہمی ہوگی۔ (3)

---

(1) جامع ترمذی: تفسیر آیت مذکور۔ (2) صحیح مسلم: کتاب الرضاعۃ۔

(3) بعض راویوں نے (جیسا کہ دارقطنی اور ابن ماجہ کتاب الرضاعۃ میں ہے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رضاعت کی یہ حدیث کاغذ پر لکھی ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں سرہانے پڑی تھی۔ہم لوگ آپ کی تیمارداری میں مصروف تھے، اتفاق سے بکری آئی اور کاغذ چبا گئی یہ تمام تر باطل اور جھوٹ ہے، مرض الموت میں باتفاق علما کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔اور اگر مرض الموت سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی ہوتی تو وہ کاتبین وحی کے پاس ہوتی اور تمام مسلمانوں کو یاد ہوتی، نہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر کے سرہانے پڑی ہوتی۔اس کے راوی محمد بن اسحاق ہیں، جو احادیث اور احکام میں معتبر نہیں صحیح مسلم وموطا وغیرہ زیادہ معتبر کتابوں میں ⟸

حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

علم الحدیث کا موضوع درحقیقت ذاتِ نبوی ہے۔ اس لیے اس فن کی واقفیت کے ذریعے سب سے زیادہ اس کو حاصل تھے جس کو سب سے زیادہ آپ کا تقرب حاصل تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قدرۃً اس قسم کے مواقع زیادہ مل سکتے تھے، ہجرت سے تین برس پہلے ان کا نکاح ہوا تھا، اس اثنا میں روزانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لاتے تھے، ❶ ہجرت کے بعد چھ مہینے تک البتہ وہ دیدارِ نبوت سے محروم رہیں، شوال میں رخصت ہو کر وہ کاشانہ نبوی میں آگئیں۔ اس وقت سے تادم مرگ اس ذات اقدس سے الگ نہ ہوئیں۔ اسلام کی ابتدائی زندگی گو ان کے بچپن کا عہد تھا، لیکن ان کی فطری ذہانت اور قوتِ حفظ اس کی پوری تلافی کرتی ہے، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے میں اُن سے چند مہینے زیادہ ہیں، لیکن ایک تو فہم اور ادراک اور سمجھ اور استعداد کا اختلاف، دوسرے یہ کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ضعیف العمر تھیں، ❷ ان کے قویٰ میں انحطاط آچکا تھا، اور آپ کی وفات سے چند سال پہلے وہ خدمت گزاری سے بھی معذور ہو چکی تھیں، ❸ اس کے برخلاف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نوجوان تھیں اور نوجوانی کے سبب بھی ان کی عقلی اور دماغی قوتوں میں روزافزوں ترقی تھی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخیر عمر تک ہمیشہ خدمت گزار اور شرف صحبت سے ممتاز رہیں، اس لئے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال اور احکام سے زیادہ واقفیت تھی۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دوسری ازواج مطہرات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بہت بعد حبالۂ نکاح میں آئیں۔ اس پر بھی ان کو آٹھ روز میں ایک دن خدمت گزاری کا موقع ملتا تھا اور چونکہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی تھی، اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آٹھ روز میں دو دن یہ شرف حاصل ہوتا تھا، ❹ ان کا حجرہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو معلم نبوت کا درسگاہ عام تھا، بالکل متصل تھا۔ اس بنا پر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کوئی بھی احادیث کی واقفیت اور اطلاع میں ان کا کوئی حریف نہیں۔

ان کی روایت کی ہوئی حدیثوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ نہ صرف ازواج مطہرات، نہ

بقیہ حاشیہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ خمس رضعات والی حدیث موجود ہے لیکن بکری کے کاغذ چبانے والا ذکر اس میں نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی شریر راوی کا اضافہ ہے۔

❶ صحیح بخاری: باب الہجرۃ۔ ❷ صحیح مسلم: باب جواز ھبتھا نوبتھا لضرتھا۔
❸ بحوالہ سابق۔ ❹ صحیح مسلم: باب جواز ھبتھا نوبتھا لضرتھا۔

صرف عام عورتوں بلکہ مردوں میں بھی چار پانچ کے سوا کوئی ان کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا، اکابر صحابہ مثلاً حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا پایۂ شرف صحبت، اختصاص کلام اور قوتِ فہم وذکا میں اگرچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت بلند تھا۔ لیکن ایک تو قدرۃً بیوی کو مہینوں میں جو کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔ احبابِ خاص کو بھی برسوں میں اس کی واقفیت ہو سکتی ہے، دوسرے ان بزرگوں کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی خلافت کے عظیم الشان فرائض اور مہمات میں مصروف رہنا پڑا، اس لئے ان کو احادیث کی روایت کی فرصت بہت کم ہاتھ آ سکتی تھی، اس پر بھی جو کچھ حدیثیں ان سے آج تک محفوظ ہیں، وہ خلافت کے تعلق سے ان کے فیصلے اور احکام ہیں جن پر ہماری فقہ کی اصل بنیاد ہے، اس بنا پر اصل روایت حدیث کا فرض دوسرے فارغ البال لوگوں نے انجام دیا۔

ان بزرگوں کی روایات کی کثرت اور قلت کا ایک اور راز بھی ہے۔ اکابر صحابہ کا زمانہ خود صحابہ کا عہد تھا، جن کو دوسروں سے سوال و پرسش کی حاجت ہی نہ تھی، تابعین جو اس گوہر نایاب کے جویاں ہو سکتے تھے وہ عموماً پچیس تیس برس کے بعد پیدا ہوئے، لوگ اپنے پیغمبر کے حالات جاننے کے لئے بے قرار تھے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی زندگی کی منزلیں طے کر چکے تھے اور دنیا ان کے وجود سے محروم ہو چکی تھی۔ کم عمر اصحاب اب عالم شباب میں تھے اور جب تک ہجرت کی پہلی صدی منقرض نہ ہوئی ان کا آخری سلسلہ منقطع نہ ہوا، اس بنا پر کثیر الروایت صحابہ جن کی روایات سے کتب حدیث کے اوراق مالا مال ہیں، وہ یہی کم سن بزرگوار ہیں۔ (1)

مکثرین کثیر الروایۃ صحابہ جن کی روایتوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچی ہے، سات اشخاص ہیں۔ (2)

نام	سنہ وفات	تعداد مرویات
۱:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	۵۷، ۵۸، ۵۹	۵۳۶۴
۲:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ	۶۸	۲۶۶۰
۳:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ	۷۳	۲۶۳۰
۴:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ	۷۴	۲۵۴۰
۵:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ	۹۱	۲۲۸۶
۶:۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ	۷۴	۲۲۷۰
۷:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	۵۷۔۵۸	۲۲۱۰

(1) ابن سعد جز ثانی قسم ثانی (2) یہ فہرست سخاوی کی فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث سے ماخوذ ہے، ص ۴۷۱ لکھنؤ۔

مکثرین روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا درجہ

کثرت روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا چھٹا نمبر ہے۔ جن لوگوں کا نام ان سے اوپر ہے ان میں سے اکثر ام المومنین رضی اللہ عنہن کے بعد بھی زندہ رہے ہیں اور ان کی روایت کا سلسلہ چند سال اور جاری رہا ہے، اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت یہ بھی لحاظ رہے کہ وہ ایک پردہ نشین خاتون تھیں اور اپنے مرد معاصرین کی طرح نہ وہ ہر مجلس میں حاضر رہ سکتی تھیں اور نہ مسلمان طالبین علم ان تک ہر وقت پہنچ سکتے تھے، اور نہ ان بزرگوں کی طرح ممالک اسلامیہ کے بڑے بڑے شہروں میں ان کا گزر ہوا تو ان کی حیثیت ان سبع سیاروں میں سب سے زیادہ روشن نظر آئے گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایتوں کی تعداد

فہرست بالا سے معلوم ہو چکا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کل روایتوں کی تعداد دو ہزار دو سو دس ہے۔ جن میں سے صحیحین میں دو سو چھیاسی حدیثیں ان کی روایت سے داخل ہیں۔ ان میں سے ایک سو چوہتر حدیثیں دونوں میں مشترک ہیں۔ چون حدیثیں ایسی ہیں جو صرف بخاری میں ہیں اور اٹھاون صرف مسلم میں، اس حساب سے بخاری میں ان کی دو سو اٹھائیس اور مسلم میں دو سو بتیس حدیثیں اور بقیہ حدیثیں حدیث کی دوسری اور کتابوں میں مذکور ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ کی مسند کی چھٹی جلد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثیں ہیں جو مصر کے مطبوعہ باریک ٹائپ کے ۲۵۳ صفحوں پر پھیلی ہوئی ہیں، اگر ان کو الگ جمع کیا جائے تو حدیث کی ایک مستقل اور ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔

مکثرین میں روایت کے ساتھ درایت

لیکن محض روایت کی کثرت ان کی فضیلت اور مزیت کا باعث نہیں ہے اصل چیز دقت رسی اور نکتہ فہمی ہے، قلیل الروایت بزرگوں میں بڑے بڑے فقہائے صحابہ داخل ہیں لیکن عموماً وہ اشخاص جو ہر شخص سے ہر قسم کی باتیں روایت کر دیا کرتے ہیں، فہم و درایت سے عاری ہوتے ہیں۔ مکثرین روایت میں جن سات بزرگوں کے نام داخل ہیں ان میں سے پانچ اصحاب اصولیین کے نزدیک صرف روایت کش سمجھے جاتے ہیں، ان کا شمار فقہائے صحابہ میں نہیں ہے۔ چنانچہ روایت کا جو ذخیرہ اس وقت ہمارے پاس موجود ہے اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کوئی فقہی اجتہاد اور قرآن و سنت سے کسی غیر منصوص مسئلہ کا استنباط ثابت نہیں، اس مخصوص فضیلت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ صرف حضرت عبداللہ بن

عباس رضی اللہ عنہما شریک ہیں جو روایت کی کثرت کے ساتھ تفقہ، اجتہاد، فکر اور قوت استنباط میں بھی ممتاز تھے۔

روایات کی کثرت کے ساتھ تفقہ اور قوتِ استنباط کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایتوں کی ایک خاص خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ جن احکام اور واقعات کو نقل کرتی ہیں ان کے علل و اسباب بھی بیان کرتی ہیں، وہ خاص حکم جن مصلحتوں پر مبنی ہوتا ہے ان کی تشریح کرتی ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تینوں سے پہلو بہ پہلو روایتیں ہیں کہ جمعہ کے دن غسل کرنا چاہئے۔ اب تینوں بزرگوں کی روایتوں کے الفاظ کو پڑھو،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ جَاءَ مِنْكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ.

''میں نے آنحضرت ﷺ کو کہتے سنا کہ جو جمعہ میں آئے وہ غسل کرلے۔''

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ

''آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جمعہ کا غسل ہر بالغ پر فرض ہے۔''

اسی مسئلہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان الفاظ میں بیان فرماتی ہیں:

قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُوْنَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِيْ فَيَأْتُوْنَ فِي الْغُبَارِ تُصِيْبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُمُ الْعَرَقُ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اِنْسَانٌ مِّنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَوْ اَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هٰذَا. [کتاب الجمعہ]

''لوگ اپنے اپنے گھروں سے اور مدینہ کے باہر کی آبادیوں سے آتے تھے اور گرد و غبار اور پسینہ میں شرابور ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ایک صاحب ان میں سے آپ کے پاس آئے اور آپ میرے پاس بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بہتر ہوتا اگر تم اس دن غسل کرلیا کرتے۔''

ان کی دوسری روایت ہے:

قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّاسُ مَهَنَةَ اَنْفُسِهِمْ كَانُوْا اِذَا رَاحُوْا اِلَى الْجُمُعَةِ رَاحُوْا فِيْ هَيْئَتِهِمْ فَقِيْلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ. [1]

---

[1] بخاری: کتاب الجمعۃ، باب وقت الجمعۃ اذا زالت الشمس، رقم: ۹۰۳۔ ابوداؤد: کتاب الطہارۃ، باب الرخصۃ فی ترک الغسل یوم الجمعۃ، رقم: ۳۵۲۔

''لوگ اپنے کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے (یعنی کھیتی وغیرہ) جب وہ جمعہ میں جاتے تھے تو اسی ہیئت کذائی میں چلے جاتے۔ اس لئے ان سے کہا گیا کہ تم غسل کر لیتے۔''

ایک سال آپ نے حکم دیا تھا کہ قربانی کا گوشت تین دن کے اندر اندر کھا لیا جائے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اس حکم کو دائمی سمجھا۔ ❶ چنانچہ بعضوں نے اسی قسم کی ہدایتیں کیں، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو حکم استحبابی سمجھا، چنانچہ اس حکم کی روایت انہوں نے ان الفاظ میں کی:

اَلضَّحِيَّةُ كُنَّا نُمَلِّحُ مِنْهَا فَنَقْدَمُ بِهِ اِلَى النَّبِىِّ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَا تَاْكُلُوْا اِلَّا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَلَيْسَتْ بِعَزِيْمَةٍ وَلٰكِنْ اَرَادَ اَنْ نُطْعِمَ مِنْهُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ❷

''قربانی کے گوشت کو نمک ڈال کر ہم رکھ چھوڑتے، مدینہ میں اس کو آپ کے سامنے پیش کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تین دن کے بعد نہ کھایا کریں۔'' یہ حکم قطعی نہ تھا بلکہ آپ یہ چاہتے تھے کہ لوگ دوسروں کو کچھ اس میں سے کھلا دیا کریں۔''

پھر دوسری روایت میں اس کی اصل وجہ بتا دی، ایک شخص نے پوچھا ام المومنین! کیا قربانی کا گوشت کھانا منع ہے؟ فرمایا:

لَا وَلٰكِنْ قَلَّ مَنْ كَانَ يُضَحِّىْ مِنَ النَّاسِ فَاَحَبَّ اَنْ يُطْعِمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ يُضَحِّىْ ❸

''نہیں لیکن ان دنوں قربانی کرنے والے کم تھے، اس لئے آپ نے چاہا کہ جو قربانی نہیں کر سکتے ان کو کھلائیں۔''

ابوداؤد کے سوا صحاح کی تمام کتابوں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کو دست کا گوشت بہت پسند تھا، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دست کا گوشت آپ کو پسند نہ تھا، بلکہ چونکہ گوشت کم میسر آتا تھا اور دست کا گوشت جلد پک جاتا تھا، اس لئے آپ ﷺ اسی کو کھاتے تھے۔ [ترمذی]

---

❶ ترمذی: ابواب الاضاحی، باب فی کراھیۃ اکل الاضحیۃ فوق ثلاثۃ ایام، رقم ۱۵۰۹۔

❷ بخاری: کتاب الاضاحی، باب ما یؤکل من لحوم الاضاحی، رقم ۵۵۷۰۔

❸ ترمذی: ابواب الاضاحی، باب فی الرخصۃ فی اکل لحوم الاضاحی بعد ثلاث، رقم ۱۵۱۱۔

احادیث میں مذکور ہے کہ آپ ہر سال ایک آدمی خیبر بھیجتے تھے، وہ پیداوار کو جا کر دیکھتا اور تخمینہ لگاتا تھا، دوسرے راوی اس واقعہ کو صرف اسی قدر بیان کر کے رہ جاتے ہیں لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب اس روایت کو بیان کرتی ہیں، تو فرماتی ہیں:

وَ اِنَّمَا کَانَ اَمْرُ النَّبِیِّ ﷺ بِالْخَرْصِ لِکَیْ یُحْصَی الزَّکٰوۃُ قَبْلَ اَنْ تُؤْکَلَ الثَّمَرَۃُ وَ تُفَرَّقَ. ❶

''آپ ﷺ نے تخمینہ لگانے کا اس لئے حکم دیا کہ پھل کھانے اور اس کی تقسیم سے پہلے زکوٰۃ کا اندازہ کر لیا جائے۔''

بار بار پوچھنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایتوں میں غلطی کم ہونے کا ایک خاص سبب یہ بھی ہے، عام لوگ آنحضرت ﷺ سے ایک دفعہ کوئی بات سُن لیتے یا کوئی واقعہ دیکھ لیتے تھے اس کی بھی اسی طرح روایت کر دیتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اصول یہ تھا کہ جب تک وہ واقعہ کو اچھی طرح سمجھ نہیں لیتی تھیں اس کی روایت نہیں کرتی تھی۔ اگر آپ کی کوئی بات ان کی سمجھ میں نہ آتی تو آپ سے اس کو بار بار پوچھ کر تسکین کر لیتی تھیں۔ ❷ یہ موقع دوسروں کو کم مل سکتا تھا، ایسی بہت سی روایتیں ہیں جن میں ان کے اور دوسرے صحابہ کی راویتوں میں مصالح واسباب کی بنا پر روایت کا فرق نظر آتا ہے۔ چنانچہ ان کی تفصیل آئندہ علم اسرار الدین میں آئے گی۔

وہ جس روایت کو آپ سے بلا واسطہ نہیں سنتی تھیں بلکہ دوسروں سے حاصل کرتی تھیں۔ ان میں سخت احتیاط کرتی تھیں اور اچھی طرح جانچ لیتی تھیں، تب اس پر اعتماد کرتی تھیں۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی، ایک سال کے بعد جب وہ پھر آئے تو ایک آدمی کو بھیجا کہ ان سے جا کر پھر وہی حدیث پوچھے۔ انہوں نے بے کم وکاست وہی حدیث بیان کی، اس نے لوٹ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان دہرائی، سن کر بہت تعجب سے فرمایا کہ'' خدا کی قسم! ابن عمرو رضی اللہ عنہ کو بات یاد رہی۔'' ❸

روایت میں احتیاط

اسی اصول کی بناء پر وہ کوئی روایت اگر کسی دوسرے سے لیتی تھیں اور کوئی شخص اس روایت کو ان سے دریافت کرنے آتا تو بجائے اپنے وہ خود اصل راوی کے پاس سائل کو بھیجتی تھیں، اس سے مقصود یہ بھی تھا

---

❶ مسند احمد: جلد ۶، ص ۱۶۳۔ ❷ صحیح بخاری: کتاب العلم۔

❸ صحیح بخاری: جلد ۲ باب مایذکر من ذم الرای۔

کہ بیچ کے واسطے جس قدر کم ہو سکیں اور سند عالی ہو سکے، بہتر ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد گھر آ کر سنت ادا فرماتے تھے حالانکہ حکم قطعی تھا کہ نماز عصر کے بعد کوئی نماز نہیں، کچھ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیجا کہ آپ کی روایت سے یہ حدیث بیان کی جاتی ہے، اس کی اصلیت کیا ہے؟ جواب دیا کہ ام سلمہ سے جا کر پوچھو، اصل راوی وہی ہیں۔ ❶ اسی طریقہ سے ایک شخص نے موزوں پر مسح کرنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا کہ علی کے پاس جاؤ، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفروں میں ساتھ رہتے تھے۔ ❷

امام حازمی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاعتبار میں جو حیدر آباد میں چھپ گئی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اصول کی طرف مختصراً اشارہ کیا ہے۔ [ص ۱۱]

نہ صرف اسی قدر کہ اپنی روایتوں کو انہوں نے مسامحات سے پاک رکھا بلکہ جہاں تک ممکن ہوتا وہ دوسروں کی روایتوں کی بھی تصحیح کر دیتی تھی۔ فن حدیث بلکہ مذہب اسلام پر ان کا بڑا احسان یہ تھا کہ انہوں نے اپنے معاصرین کے مسامحات کی نہایت سختی سے دارو گیر اور ان کی غلط فہمیوں کی اصلاح کی، محدثین کی اصلاح میں اس کو ''استدراک'' کہتے ہیں، متعدد ائمہ حدیث نے ان استدراکات کو یک جا کیا ہے۔ سب سے آخری رسالہ جلال الدین سیوطی کی ''عین الاصابہ فی ما استدرکتہ عائشہ رضی اللہ عنہا علی الصحابہ'' ہے۔ مصنف نے فقہ کے ابواب پر اس رسالہ کو مرتب کیا ہے۔ ❸

صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ تک گو فن حدیث کے اصول مدون نہیں ہوئے تھے، تاہم ابتدائی مراتب پیدا ہو چکے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے معاصرین پر جو استدراکات کیے ہیں، غور کرنے سے وہ حسب ذیل وجوہ پر مبنی معلوم ہوتے ہیں۔

روایتِ مخالفِ قرآن حجت نہیں

فنِ حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سب سے پہلا اصول یہ معلوم ہوتا ہے کہ روایت کلام الٰہی کی مخالف نہ ہو۔

① اس اصول کی بنا پر انہوں نے متعدد روایتوں کی صحت سے انکار کیا ہے اور ان روایتوں کی اصل حقیقت اور مفہوم کو اپنے علم کے مطابق ظاہر کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور بعض صحابہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ صحیح بخاری: وفد بنی تمیم۔ ❷ صحیح بخاری: مسح خفین۔
❸ یہ رسالہ حیدر آباد دکن کے ایک مطبع میں چھپا تھا، وہی میرے پیش نظر ہے۔

إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ.

''مردہ پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے جب روایت بیان کی گئی تو اس کی تسلیم سے انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کبھی نہیں فرمایا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودیہ کے جنازہ پر گزرے، اس کے رشتے دار اس پر واویلا کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ''یہ روتے ہیں اور اس پر عذاب ہو رہا ہے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصود یہ ہے کہ جیسا کہ بخاری غزوۂ بدر میں تصریح ہے کہ رونا عذاب کا سبب نہیں ہے، بلکہ دونوں واقعے الگ الگ ہیں یعنی یہ نوحہ کرنے والے اس کی موت پر روتے ہیں اور مرنے والا اپنے گزشتہ اعمال کی سزا میں مبتلا ہے، کیونکہ رونا دوسروں کا فعل ہے، جس کا عذاب یہ رونے والے خود اٹھائیں گے۔ [1] مردہ اس کا ذمہ دار کیوں ہو، ہر شخص اپنے فعل کا جواب دہ ہے، اس بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے بعد کہا قرآن تم کو کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴾ [۱۷/الاسراء:۱۵]

''اور کوئی کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔''

راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس بیان اور استدلال کو سنا تو کچھ جواب نہ دے سکے۔ [2]

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان محاکمہ کیا ہے کہ اگر یہ نوحہ وزاری خود اس مرنے والے کا دستور تھا اور اس نے اپنے اعزہ کو بھی اس فعل سے منع نہیں کیا تو ان کے رونے کا عذاب اس پر ہوگا، کیونکہ ان کی تعلیم و تربیت کا فرض اس نے ادا نہیں کیا۔

خدائے پاک فرماتا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا ﴾ [۶۶/التحریم:۶]

---

[1] یہاں پر ایک مسئلہ سمجھ لینا چاہیے، کہ کسی عزیز یا دوست کی موت کے صدمہ پر بے اختیاری سے رونا گناہ نہیں ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صاحبزادہ حضرت قاسم کی وفات پر روئے ہیں، بلکہ درحقیقت اس کی موت پر رونا، بین اور چیخنا چلانا، کپڑے پھاڑنا، خلافِ شرع کلمات کا منہ سے نکالنا، منہ پر تھپڑ مارنا وغیرہ افعال منع ہیں۔ اسی لیے بعض حدیثوں میں تصریح ہے کہ رونے کے بعض اقسام جن میں یہ خلافِ شرع امور شامل ہوں منع ہیں، نفس گریہ اور رونا اور آنسو بہانا منع نہیں ہے۔ [2] صحیح بخاری و مسلم، کتاب الجنائز۔

''مومنو! اپنے کو اور اپنے خاندان والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔''

اور اگر اس کی اس تعلیم اور ہدایت کے باوجود اس کے اہل خاندان اس پر نوحہ کرتے ہیں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے صحیح ہے جیسا کہ خدائے عزوجل فرماتا ہے:

﴿ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴾ [۱۷/الاسراء:۱۵]

''اور کوئی کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔''

نیز دوسری جگہ فرماتا ہے۔ ﴿ وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰی حِمْلِهَا لَا یُحْمَلْ مِنْهُ شَیْءٌ ﴾ ❶ [۳۵/فاطر:۱۸] عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا بھی یہی فیصلہ ہے۔ ❷

لیکن ہمارے نزدیک ثالثی کا یہ فیصلہ صحیح نہیں، صورت اولیٰ میں درحقیقت وہ خود اپنے فعل عدم ادائے فرض کا مجرم ہے اور اسی جرم پر اس کو عذاب ہوگا، نوحہ کے جرم کا وہ مجرم نہیں ہے، اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا استدلال اس صورت میں بھی صحیح ہے۔ مجتہدین میں امام شافعی رحمہ اللہ، ❸ امام محمد رحمہ اللہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ ❹ اس مسئلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پیرو ہیں۔

② غزوۂ بدر میں جو کفار مارے گئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مدفن پر کھڑے ہو کر فرمایا:

﴿ فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ﴾ [۷/الاعراف:۴۴]

''خدا نے تم سے جو وعدہ کیا تھا تم نے اس کو سچا پایا۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے (ایک اور روایت میں ہے کہ صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مُردوں کو پکارتے ہیں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما غالباً حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا:

مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ وَ لٰكِنْ لَّا يُجِيْبُوْنَ.

''تم ان سے زیادہ نہیں سنتے لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب یہ روایت بیان کی گئی تو انہوں نے کہا کہ آپ نے یہ نہیں بلکہ یہ ارشاد فرمایا:

---

❶ صحیح بخاری: کتاب الجنائز، باب حدیث مذکور۔ ❷ جامع ترمذی: کتاب الجنائز۔

❸ بحوالۂ مذکور۔ ❹ موطا امام محمد: کتاب الجنائز۔

اِنَّھُمْ لَیَعْلَمُوْنَ الْاٰنَ اَنَّ مَا کُنْتُ اَقُوْلُ لَھُمْ حَقٌّ.

''وہ اس وقت بہ تیقن جانتے ہیں کہ میں ان سے جو کچھ کہتا وہ سچ تھا۔''

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قران کی یہ آیت پڑھی:

﴿ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی ﴾ [۲۷/النمل:۸۰]

''اے پیغمبر! تو مُردوں کو اپنی بات نہیں سنا سکتا۔''

﴿ وَ مَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ. ﴾ [۳۵/فاطر:۲۲]

''آپ ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں نہیں سنا سکتے۔''

محدثین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے استدلال کو مان کر ان دونوں روایتوں میں تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔ قتادہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر تک ان میں جان ڈال دی گئی تھی۔ ❶ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گویا بطور معجزہ کے ان کافر مُردوں میں سننے کی طاقت تھوڑی دیر کے لیے آ گئی تھی۔

③ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آ کر بیان کیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: بدشگونی تین چیزوں میں ہے۔ عورت میں، گھوڑے میں، گھر میں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یہ صحیح نہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آدھی بات سنی اور آدھی نہیں سنی، آپ پہلا فقرہ کہہ چکے تھے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پہنچے، آپ نے فرمایا کہ یہود کہتے ہیں کہ بدشگونی تین چیزوں میں ہے، عورت میں، گھوڑے میں، گھر میں۔ ❷

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مسند میں روایت کی ہے کہ ایک صاحب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آ کر خواہش ظاہر کی کوئی حدیث سنائیے۔ بولیں کہ آپ فرماتے تھے کہ بدشگونی تقدیر سے ہوتی ہے ❸ آپ کو تفاؤل اور اچھا نام البتہ پسند تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سن کر کہا، قسم ہے اس ذات کی جس نے ابوالقاسم پر قرآن اتارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نہیں فرمایا۔ اس کے بعد یہ آیت پڑھی:

﴿ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ

---

❶ یہ تمام روایتیں صحیح بخاری غزوہ بدر میں آئی ہیں۔ ❷ ابوداؤد طیالسی مسند عائشہ رضی اللہ عنہا حیدر آباد۔
❸ مسند احمد: جلد ۶، ص ۱۳۰۔

قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا﴾ [۵۷/الحدید:۲۲]

''زمین پر اور تمہاری جانوں پر کوئی مصیبت نہیں آتی لیکن وہ کتاب (تقدیر) میں اس سے پہلے کہ ہم ان کو پیدا کریں، موجود ہے۔''

بعض روایتیں ایسی بھی ہیں جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ان تینوں میں بدشگونی ہوتی ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اگر بدشگونی کوئی چیز ہوتی تو ان چیزوں میں ہوتی، یہ بطور واقعہ کے نہیں بلکہ بطور تعلیق کے ہے۔

④ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ (جس کو غالباً انہوں نے کعب تابعی سے سنا) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار خدائے عزوجل کو دیکھا۔ مسروق تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جا کر پوچھا کہ ''مادر من! کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کو دیکھا تھا۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تم ایسی بات بولے جس کو سن کر میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، جو تم سے یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کو دیکھا، وہ جھوٹ کہتا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ.﴾ [۶/الانعام:۱۰۳]

''نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے کہ وہ ذات لطیف ہے اور دانا ہے۔''

اس کے بعد دوسری آیت پڑھی:

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ [۴۲/الشوریٰ:۵۱]

''اور کسی بشر میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اس سے باتیں کر سکے مگر بذریعہ وحی کے یا پردہ کے پیچھے۔'' [صحیح بخاری، کتاب التفسیر رقم: ۴۸۵۵۔ جامع ترمذی]

بعض اور حدیثوں سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تائید ہوتی ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وہ نور ہے، میں اس کو کیونکر دیکھ سکتا ہوں!؟ الفاظ یہ ہیں: نور انّی اراہ۔

⑤ متعہ یعنی ایک مدت معین تک کے لئے نکاح، جاہلیت اور آغاز اسلام میں ۷ ھ تک جائز تھا۔ خیبر میں اس کی حرمت کا اعلان کیا گیا، اس کے بعد روایتوں میں کسی قدر اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور بعض لوگ اس کے جواز کے قائل تھے، لیکن جمہور صحابہ اس کی حرمت کے قائل ہیں اور اپنے دعویٰ کی توثیق میں حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب ان کے ایک شاگرد

نے جوازِ متعہ کی روایت کی نسبت پوچھا تو انہوں نے اس کا جواب حدیثوں سے نہیں دیا بلکہ فرمایا میرے تمہارے درمیان خدا کی کتاب ہے، پھر یہ آیت پڑھی:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ○ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴾ [۲۳/المؤمنون:۵،۶]

''جو لوگ کہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، مگر اپنی بیویوں کے ساتھ یا اپنی باندیوں کے ساتھ، ان پر کوئی ملامت نہیں۔''

اس لئے ان دو صورتوں کے علاوہ کوئی اور صورت جائز نہیں ❶ ظاہر ہے کہ ممتوعہ عورت نہ بیوی ہے نہ باندی۔ اس لئے وہ جائز نہیں۔

⑥ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ ناجائز لڑکا تینوں میں (ماں، باپ، اور بچہ) بدتر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا یہ صحیح نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص منافق تھا، آپ کو برا بھلا کہا کرتا تھا، لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اس کے علاوہ وہ ولد الزنا بھی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ وہ تینوں میں بدتر ہے، یعنی اپنے ماں باپ سے زیادہ برا ہے۔ یہ ایک خاص واقعہ تھا، عام نہ تھا۔ خدا فرماتا ہے:

﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴾ [۶/الانعام:۱۶۴]

''اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔''

یعنی قصور تو ماں باپ کا ہے بچے کا کیا گناہ؟ ❷

مغزِ سخن تک پہنچنا

بعض مسائل کی نسبت صحابہ رضی اللہ عنہم میں جو اختلاف روایت ہے وہ کسی قدر اختلاف فہم پر مبنی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس فہم وذکا کے عطیہ الٰہی سے بھی حظ وافر ملا تھا اور انہوں نے اس دولت عظمیٰ سے فنِ حدیث میں بہت فائدہ اٹھایا۔

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک قصہ مذکور ہے ❸ کہ ایک عورت نے بلی باندھ دی تھی اور اس کو کچھ کھانے پینے کو نہیں دیتی تھی، بلی اسی حالت میں بھوک سے مر گئی اور اس کو

---

❶ اصابہ، سیوطی بحوالہ حاکم۔ ❷ اصابہ، سیوطی بحوالہ حاکم۔
❸ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ باب ماذکر عن بنی اسرائیل۔

اس بنا پر عذاب ہوا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملنے گئے۔ انہوں نے کہا تم ہی ہو جو ایک بلی کے بدلے ایک عورت کے عذاب کی روایت بیان کرتے ہو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے۔ فرمایا: خدا کی نظر میں ایک مومن کی ذات اس سے بہت بلند ہے کہ ایک بلی کے لئے اس پر عذاب کرے، وہ عورت اس گناہ کے علاوہ کافرہ تھی، اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات روایت کرو تو دیکھ لو کہ کیا کہتے ہو۔ [1]

② حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہونے لگا، تو انہوں نے نئے کپڑے منگوا کر پہنے اور سبب یہ بیان کیا کہ مسلمان جس لباس میں مرتا ہے اسی میں اٹھایا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو کہا: خدائے پاک ابو سعید پر رحمت نازل کرے، لباس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود انسان کے اعمال ہیں۔ [2] ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ صاف ارشاد ہے کہ لوگ قیامت میں برہنہ تن، برہنہ پا اور برہنہ سر اٹھیں گے۔ [3]

③ اسلام میں حکم یہ ہے کہ مطلقہ عورت عدت کے دن شوہر کے گھر میں گزارے۔ اس حکم کے خلاف فاطمہ رضی اللہ عنہا نام ایک صحابیہ اپنا ایک واقعہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدت کے زمانہ میں شوہر کے گھر سے منتقل ہونے کی اجازت دے دی تھی۔ انہوں نے مختلف اوقات میں متعدد صحابہ کے سامنے اپنے واقعہ کو بطور استدلال کے پیش کیا، بعض نے قبول کیا، اور اکثر نے اس کے ماننے سے انکار کیا۔ اتفاق سے مروان کی امارت مدینہ کے زمانہ میں اسی قسم کا ایک مقدمہ پیش ہوا، فریق نے فاطمہ کے قول سے استدلال کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے فاطمہ پر سخت نکتہ چینی کی، اور فرمایا کہ فاطمہ کے لئے بھلائی نہیں ہے کہ وہ اپنے اس واقعہ کو بیان کرے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدت کی حالت میں ان کو شوہر کے گھر سے منتقل ہونے کی اجازت بے شک دی، لیکن سبب یہ تھا کہ ان کے شوہر کا گھر ایک غیر محفوظ اور خوفناک مقام میں تھا۔ [4]

④ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "مجھے خدا کی راہ میں ایک کوڑا بھی ملے تو مجھ کو کسی ناجائز بچہ کے آزاد کرنے کے مقابلہ میں پسند ہے۔" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ

---

[1] ابوداؤد طیالسی مسند عائشہ رضی اللہ عنہا [2] عربی زبان میں ثیاب سے مجازاً مراد دل اور عمل ہوتا ہے۔

[3] حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا واقعہ ابوداؤد کتاب الجنائز اور ابن حبان وحاکم میں ہے۔ ننگے اٹھنے کی حدیث اکثر حدیث کی کتابوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، یہ خاص انکار وتاویل کی روایت سیوطی نے عین الاصابہ میں زرکشی کے حوالے سے نقل کی ہے۔ [4] صحیح بخاری وجامع ترمذی: کتاب الطلاق۔

ناجائز لڑکے اگر غلامی کی حالت میں ہوں تو ان کو آزاد کرنا کوئی ثواب کا کام نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ روایت معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا: اللہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر رحم کرے، اچھی طرح سنا نہیں، تو اچھی طرح کہا بھی نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جب یہ آیت اتری:

﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ○ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ○ فَكُّ رَقَبَةٍ﴾ [۹۰/البلد:۱۱-۱۳]

''وہ گھاٹی میں گھسا نہیں، معلوم ہے کہ گھاٹی کیا چیز ہے، کسی کو آزاد کرنا۔''

کسی نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم غریبوں کے پاس لونڈی غلام کہاں؟ کسی کسی کے پاس کوئی ایک حبشن ہے جو گھر کا کام کاج کرتی ہے، اس کو ناجائز طریقہ کی اجازت دی جائے، اس سے جو بچہ ہو، اسے آزاد کیا جائے، ارشاد ہوا کہ مجھ کو خدا کی راہ میں کوئی کوڑا بھی ملے تو مجھ کو اس سے پسند ہے کہ میں اس بری بات کی اجازت دوں، اور پھر اس سے بچہ پیدا ہو، اس کو کہوں کہ آزاد کرو۔ [1]

⑤ ابو داؤد کے سوا بقیہ تمام صحاح میں حدیث مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے دست کا گوشت بہت پسند تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، دست کا گوشت فی نفسہٖ پسند نہ تھا بلکہ بات یہ تھی کہ گوشت روز نہیں ملتا تھا، دست کا گوشت پکنے میں جلد گل جاتا تھا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پسند کرتے تھے۔ [2]

⑥ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ صبح اور عصر کی نماز کے بعد کسی قسم کی کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''خدا عمر پر رحم کرے! ان کو وہم ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ آفتاب کے غروب اور طلوع کے وقت کو تاک کر نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔'' [3] فقہاء نے ان اوقات میں نماز کی ممانعت کی علت یہ بیان کی ہے کہ آفتاب پرستی کے اوقات ہیں۔ اس لئے اشتباہ اور آفتاب پرستوں کی مماثلت سے احتراز کرنا چاہیے۔ اگر یہ تعلیل صحیح ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت زیادہ قرین صواب، صحیح اور انسب ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ممانعت کے اصل مقصد کو سمجھ لیا تھا۔

ایک روایت ہے کہ صبح کی سنت اگر قضا ہو جائے تو نماز جماعت کے بعد اس کو پڑھ لینا چاہیے۔ [4] اور اہل مکہ کا اسی پر عمل ہے۔ احادیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ''آپ نے یہ دو رکعتیں میرے گھر میں کبھی نہیں چھوڑیں'' چنانچہ بعض

---

[1] مستدرک حاکم۔ [2] شمائل ترمذی۔

[3] صحیح بخاری و ترمذی اوقات الصلوۃ و مسند احمد جلد ۶، ص ۱۲۴۔ [4] ترمذی: کتاب الصلوۃ۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ پڑھا کرتے تھے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوصات میں سمجھتے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دو رکعتوں کا حال پوچھا: تو فرمایا کہ ظہر کی دو رکعتیں، ایک دن چھوٹ گئی تھیں، یہ ان کی قضا ہے۔

بہر حال عقلی حیثیت نیز گزشتہ روایتوں کی بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت زیادہ معقول اور مصلحت شرعی پر زیادہ مبنی نظر آتی ہے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے رتبے کے آدمی نہ تھے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح مقصد نہ سمجھ سکے، شریعت کا ایک اصول یہ ہے کہ جب وہ ایک شے کو منع کرتی ہے تو احتیاطاً اس کے مبادی کو بھی ممنوع قرار دے دیتی ہے۔ اصل میں آفتاب کے طلوع اور غروب کے وقت نماز ممنوع ہے۔ لیکن احتیاطاً بعد نماز صبح و عصر کا اطلاق کیا گیا، تا کہ نمازوں کے بعد سے آفتاب کے نکلنے اور ڈوبنے کے وقت تک کوئی نماز ہی نہ پڑھی جائے۔

⑦ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی "مَنْ لَّمْ يُوْتِرْ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ" "جس نے وتر نہیں پڑھی اس کی کوئی نماز نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا: ہم سب نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا اور اب تک ہم بھولے نہیں کہ جو پانچوں وقت کی نمازیں وضو کے ساتھ وقت پر پورے رکوع و سجود کے ساتھ ادا کرتا رہا اور اس میں کوئی کمی نہیں کی، اس نے خدا سے عہد لے لیا کہ وہ اس پر عذاب نہ کرے گا اور جس نے کمی کی، اس نے عہد نہیں لیا، خدا چاہے تو بخش دے اور چاہے تو عذاب کرے، [1] مقصود یہ ہے کہ وتر سنت ہے، اس کے اتفاقی ترک پر یہ عذاب کہ اس کی کوئی نماز مقبول نہ ہو، اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کی بخشش یقینی نہیں رہی حالانکہ یہ عذاب صرف فرائض کے ترک پر ہوگا، نہ کہ سنن کے ترک پر۔

ذاتی واقفیت

یہ امر مسلم ہے محرم اسرار سے محرم اسرار دوست کی بہ نسبت بیوی بہت کچھ زیادہ جان سکتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ تن مثال اور اسوہ تھے، اس لئے گویا آپ کا ہر فعل قانون تھا، اس بنا پر آپ کی بیویوں کو اس کے متعلق جس قدر ذاتی واقفیت کے ذرائع حاصل تھے، دوسروں کے لئے ناممکن تھے، متعدد مسائل ایسے ہیں جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اجتہاد یا کسی روایت کی بنا پر کوئی مسئلہ بیان کر دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ذاتی واقفیت کی بنا پر اس کو رد کر دیا، اور آج تک ان مسائل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کا قول مستند ہے۔

① حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فتویٰ دیتے تھے کہ عورت کو نہاتے وقت چوٹی کھول کر بالوں کو بھگونا

[1] طبرانی فی الاوسط۔

ضروری ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا: وہ عورتوں کو یہی کیوں نہیں کہہ دیتے کہ وہ اپنے چوٹے منڈوا ڈالیں، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہاتی تھی اور بال نہیں کھولتی تھی۔ ❶

② حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ تقبیل سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقبیل کے بعد تازہ وضو نہیں کرتے تھے۔ ❷ یہ کہہ کر مسکرائیں۔

③ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ کہتے ہیں کہ نماز میں مرد کے سامنے سے عورت یا گدھا، یا کتا گزر جائے تو مرد کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ سن کر غصہ آیا اور فرمایا: کہ تم نے ہم عورتوں کو گدھے اور کتے کے برابر کر دیا۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پاؤں پھیلائے سوتی رہتی (حجرہ میں جگہ نہ تھی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مصروف ہوتے، جب آپ سجدے میں جاتے ہاتھ سے ٹھوکر دیتے، میں پاؤں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو پھر پاؤں پھیلا دیتی، ❸ کبھی ضرورت ہوتی تو بدن چرا کر سامنے سے نکل جاتی۔ ❹

④ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے ایک دن وعظ میں یہ مسئلہ بیان کیا کہ اگر صبح ہو جائے اور وتر قضا ہو گئی ہو تو پھر وتر نہ پڑھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا: ابو درداء نے صحیح نہیں کہا، صبح ہو جاتی تب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھ لیتے تھے۔ ❺

⑤ بعض لوگوں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی چادر میں کفنایا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو کہا اتنا صحیح ہے کہ لوگ اس غرض سے چادر لائے تھے لیکن آپ کو اس میں کفنایا نہیں گیا۔ ❻

⑥ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن وعظ میں بیان کیا کہ اگر روزے کے دنوں میں کسی کو صبح نہانے کی ضرورت پیش آ جائے تو اس دن وہ روزہ نہ رکھے، لوگوں نے جا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا) سے اس کی تصدیق چاہی، فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل اس کے خلاف تھا۔ لوگوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جا کر ٹوکا، آخر ان کو اپنے پہلے فتوے سے رجوع کرنا پڑا۔ ❼

⑦ حج میں کنکری پھینک لینے (رمی) اور سر منڈانے کے بعد خوشبو اور عورت کے سوا ہر چیز جائز ہو جاتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، خوشبو ملنے میں کوئی حرج نہیں، میں نے خود اپنے ہاتھ

---

❶ صحیح مسلم و سنن نسائی، آخری فقرہ صرف نسائی میں ہے۔ ❷ صحیح بخاری وغیرہ۔ ❸ صحیح بخاری: جلد اص ۷۳، باب التطوع خلف المرأۃ۔ ❹ صحیح بخاری: باب لا یقطع الصلوٰۃ شئی و باب السریر۔ ❺ سنن بیہقی و مسند احمد جلد ۶ ص ۱۴۳۔ ❻ صحیح مسلم و بخاری و ترمذی و نسائی: کتاب الجنائز۔ ❼ صحیح مسلم و موطا: کتاب الصوم۔

سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو ملی ہے۔ ❶

⑧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فتویٰ دیتے تھے کہ اگر کوئی حج نہ کرے، صرف اپنی قربانی حرم محترم میں بھیج دے تو جب تک وہ وہاں پہنچ کر ذبح نہ ہو جائے اس پر بھی وہی شرائط عائد ہوتی ہیں، جو حاجی پر ہوتی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے خود اپنے ہاتھ سے آپ کی قربانی کے جانوروں کے قلادے بٹے ہیں، آپ نے اپنے دست مبارک سے وہ قلادے قربانی کے جانوروں کی گردن میں ڈالے اور میرا باپ ان کو لے کر مکہ گیا، تمام چیزیں حلال تھیں ان میں سے کوئی چیز قربانی تک حرام نہ ہوئی۔ ❷

⑨ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ جس صبح کو احرام باندھنا ہو اس صبح کو خوشبو لگانا میں پسند نہیں کرتا، میں بدن میں تارکول ملنا پسند کروں گا لیکن خوشبو نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے استفسار ہوا تو انہوں نے کہا میں نے خود اپنے ہاتھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عطر ملا ہے اور کبھی کہتیں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ شب احرام کی صبح کو عطر کی چمک آپ کے مانگ میں تھی، مجھ کو اچھی طرح یاد ہے۔ ❸

قوتِ حفظ

حفظ کی قوت قدرت کا ایک گراں مایہ عطیہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس عطیہ الٰہی سے بدرجہ اتم سرفراز تھیں، گزر چکا ہے کہ لڑکپن میں کھیلتے کھیلتے بھی اگر کوئی آیت ان کے کانوں میں پڑ گئی، تو یاد رہ گئی۔ احادیث کا دارومدار زیادہ تر اسی قوت پر ہے۔ عہدِ نبوت کے روزمرہ واقعات کو یاد رکھنا اور ان کو ہر وقت کماحقہ بیان کرنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو الفاظ جس طرح سنے ان کو بعینہا (اسی طرح) ادا کرنا ایک محدث کا سب بڑا فرض ہے۔ ام المومنین نے اپنے معاصرین پر جو نکتہ چینیاں کی ہیں ان میں قوتِ حفظ کے تفاوتِ مراتب کو بھی دخل ہے۔

① حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چاہا کہ مسجد میں ان کا جنازہ آئے تو وہ بھی نماز پڑھیں۔ لوگوں نے اعتراض کیا، فرمایا لوگ کس قدر جلد بات بھول جاتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ کے جنازہ کی نماز مسجد ہی میں پڑھی تھی۔ ❹

② حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کتنی دفعہ کیا؟

---

❶ صحیح بخاری: کتاب الحج ص ۲۰۳۔ ❷ صحیح بخاری: کتاب الحج۔
❸ صحیح بخاری: کتاب الحج نیز فتح الباری جلد ۳ ص ۳۱۵۔ ❹ صحیح مسلم: کتاب الجنائز۔

جواب دیا چار دفعہ، جن میں سے ایک رجب میں۔ عروہ رحمہ اللہ نے پکار کر کہا خالہ جان آپ نہیں سنتیں یہ کیا کہہ رہے ہیں، پوچھا کیا کہتے ہیں؟ عرض کی کہ کہتے ہیں۔ ''آپ نے چار عمرے کئے جن میں سے ایک رجب میں۔'' فرمایا اللہ ابوعبدالرحمٰن (حضرت ابن عمر کی کنیت) پر رحم فرمائے، آپ نے کوئی عمرہ ایسا نہیں کیا، جس میں وہ شریک نہ رہے، رجب میں کوئی عمرہ آپ ﷺ نے نہیں کیا۔ ❶

③ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک دفعہ اپنے شاگردوں سے بیان کیا کہ مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔ لوگوں نے عندالتذکرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کو بیان کیا، بولیں، خدا ابوعبدالرحمٰن پر رحم فرمائے آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ مہینہ کبھی ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔ ❷

④ دو تین صاحبوں سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عزیزوں کے رونے سے مردہ پر عذاب ہوتا ہے، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لوگوں نے یہ روایت کی تو فرمایا:

اِنَّكُمْ لَتُحَدِّثُوْنَ مِنْ غَيْرِ كَاذِبِيْنَ وَ لَا مُكَذَّبِيْنَ وَلٰكِنَّ السَّمْعَ يُخْطِئُ.

''تم نہ جھوٹوں سے روایت کرتے ہو اور نہ جھٹلائے ہوئے لوگوں سے، لیکن کان کبھی غلطی بھی کرتے ہیں۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ کہا:

رَحِمَ اللّٰهُ اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ سَمِعَ شَيْئًا فَلَمْ يَحْفَظْ.

''اللہ ابوعبدالرحمٰن پر رحم فرمائے انہوں نے کچھ سنا لیکن محفوظ نہیں رکھا۔''

دوسری حدیث میں اس کے بجائے یہ فقرہ مروی ہے۔

يَغْفِرُ اللّٰهُ لِاَبِيْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَمَا اِنَّهٗ لَمْ يَكْذِبْ وَ لٰكِنَّهٗ نَسِيَ اَوْ اَخْطَاءَ.

''اللہ ابوعبدالرحمٰن کو معاف کرے، وہ جھوٹ نہیں بولے، لیکن یا تو بھول گئے یا غلطی کی۔''

اس کے بعد فرمایا کہ واقعہ یہ کہ ایک دفعہ اتفاقاً آپ کا گزر ایک یہودیہ کے جنازہ پر ہوا، اس کے اعزہ آہ و واویلا کر رہے تھے، آپ نے فرمایا: ''لوگ رو رہے ہیں اور اس پر عذاب ہو رہا ہے۔'' ❸

---

❶ صحیح بخاری: کتاب العمرہ

❷ مسند احمد: جلد ۶ ص ۲۴۳

❸ یہ تمام حدیثیں مسلم: کتاب الجنائز میں ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثوں کی ترتیب وتدوین

صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات واحادیث کو قید تحریر وکتابت میں لانا پہلی ہی صدی کے وسط سے شروع ہو چکا تھا۔ ہجرت کی جب ایک صدی پوری ہو رہی تھی، تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۱ھ میں سریر آرائے خلافت تھے، اس زمانہ میں مدینہ منورہ کے صیغۂ قضاء پر ابوبکر بن عمرو بن حزم الانصاری مامور تھے، ان کا علم وفضل ان کی خالہ عمرہ کا ممنون احسان تھا، عمرہ تمام تر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آغوشِ تعلیم میں پلی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ابوبکر کے نام شاہی فرمان جاری کیا کہ عمرہ کی روایتیں قلم بند کر کے ان کے پاس بھیجی جائیں۔ [1]

فقہ وقیاس

علمی حیثیت سے کتاب وسنت درحقیقت بمنزلۂ دلائل کے ہیں اور فقہ ان دلائل کے نتائج اور مستنبطات کا نام ہے۔ قرآن اور حدیث کی سرخیوں کے تحت میں جو واقعات لکھے گئے ہیں اور فتاویٰ و ارشاد کے تحت میں جو واقعات آئیں گے، ان سے روشن ہوگا کہ علم فقہ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کیا پایہ تھا اور ان کے فقہ اور قیاس کے کیا اصول تھے۔

عہد نبوت تک تو خود ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم علم وفتویٰ کا مرکز تھی، اس مقدس عہد کے انقراض کے بعد اکابر صحابہ جو شریعت کے رازداں اور احکام اسلامی کے محرم تھے، آپ کے جانشین ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب کوئی نیا مسئلہ پیش ہوتا، تو وہ تمام علمائے صحابہ کو یکجا کرتے اور ان سے مشورہ لیتے، اگر ان میں سے کسی کو کوئی خاص حدیث معلوم ہوتی تو وہ بیان کرتا، ورنہ منصوص احکام پر قیاس کر کے فیصلہ کر دیا جاتا۔ فقہ کی یہ اکاڈمی اوائل خلافت ثالثہ تک مرکز نبوت سے وابستہ رہی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں فتنوں نے سر اٹھایا اور لوگ مکہ معظمہ، طائف، دمشق اور بصرہ جا کر آباد ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو دارالخلافت بنایا۔ ان وجوہ سے اس درسگاہ کے بہت سے تربیت یافتہ دوسرے شہروں میں چلے گئے، ان اتفاقی واقعات نے گو علم کے دائرہ کو وسیع کر دیا، لیکن اس کی اجتماعی عظمت کو قائم نہ رکھ سکے، اگر کہیں وہ اجتماعی رونق باقی بھی تھی تو اسی کاشانہ نبوت کے در و دیوار میں۔

اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد مدینہ طیبہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

---

[1] طبقات ابن سعد: جزءدوم، قسم دوم ص ۱۳۶۔ تہذیب: جزءنساء، ترجمہ عمرۃ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زیادہ تر یہی چار بزرگ فقہ وفتاویٰ کی مجلس کے مسند نشین تھے۔ غیر منصوص احکام کے فیصلہ میں ان چاروں بزرگوں کے پیش نظر مختلف اصول تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ تھا کہ پیش شدہ مسئلہ کے متعلق اگر کتاب و سنت واثر سے کوئی جواب معلوم ہوتا تو سائل کو بتا دیتے، اگر کوئی آیت یا حدیث یا خلفائے سابقین کا اثر معلوم نہ ہوتا تو خاموش رہ جاتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایسی حالت میں گزشتہ منصوص احکام یا فیصل شدہ مسائل پر جدید مسئلہ کو قیاس کر کے اس کا جواب اپنی عقل کے مطابق جو سمجھ میں آ تا بتا دیتے۔ ❶

قرآن مجید

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے استنباط کا اصول یہ تھا کہ وہ سب سے پہلے قرآن مجید پر نظر کرتی تھیں۔ اگر اس میں ناکامی ہوتی تو احادیث کی طرف رجوع کرتیں، پھر قیاس عقلی کا درجہ تھا۔ علم حدیث میں گزر چکا ہے کہ ایک صاحب نے متعہ کی نسبت ان کی رائے پوچھی تو انہوں نے حسب ذیل آیت اس کی حرمت کی سند میں پیش کی۔ ❷

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ○ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ○﴾ [۲۳/المؤمنون:۵،۶]

''اور جو لوگ اپنی عصمت کی حفاظت کرتے ہیں، لیکن اپنی بیویوں کے ساتھ یا اپنی باندیوں کے ساتھ، ان پر کوئی ملامت نہیں۔''

ممتوعہ نہ بیوی ہے نہ باندی ہے، اس لئے متعہ جائز نہیں۔

ایک شخص نے پوچھا کہ اہل عجم اپنے تہواروں میں جو جانور ذبح کرتے ہیں۔ ان کا کھانا جائز ہے؟ فرمایا: خاص اس دن کے لئے جو جانور ذبح کریں وہ جائز نہیں، ❸ اس حکم کے استنباط میں انہوں نے غالباً حسب ذیل آیت کو مبنیٰ قرار دیا ہے:-

﴿ وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ﴾ [۲/البقرہ:۱۷۳]

---

❶ ابن سعد وغیرہ میں ان بزرگوں کے تراجم دیکھو۔
❷ عین الاصابہ سیوطی بحوالہ حاکم۔
❸ تفسیر ابن کثیر آیت مذکور بحوالہ قرطبی۔